بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لاہور انٹرنیشنل

دسمبر 2018ء
ربیع الاول / ربیع الثانی 1440ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان

حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؒ مدعی نبوت نہیں مجدد صد چہار دہم تھے جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔

مدیران

شاہد عزیز
مسز سمیرا احمد
ارشد علوی

فہرست مضامین

1: کلامِ امام۔ (فرمودات حضرت مسیح موعودؑ)	2
2: خطبہ مولانا محمد علیؒ	3
3: یادِ رفتگان۔ ماسٹر عبدالکریم (بھدرواہی۔ کشمیر)	6

سالانہ دعائیہ

اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ وہ جماعت کی خدمت کے لئے ہماری دعائیں قبول فرمائے اور ہمیں سلسلہ کی خدمت میں ایسی قربانیاں کرنے کا موقع دے جن کی نظیر ملنی مشکل ہو۔ (آمین)

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

انگریزی

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

www.virtualmosque.co.uk

پروگرام واوقات

ہر جمعہ - 13:00 انگریزی
ہر اتوار - 09:00 اردو
ہر اتوار - 11:00 فرنچ
ہر ماہ پہلی اتوار - 15:00 انگریزی
عیدین - 11:00 انگریزی

پنجاب ریڈیو

عیدین - 13:00 سکائی چینل نمبر 130 پنجابی

سکائپ

ہر اتوار - 09:00 اردو

سکائپ آئی ڈی
Lahori-Ahmadi

عالمگیر (ذیلی مرکز)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
پتہ برائے خط و کتابت
15 Stanley Ave, Wembley, UK HA0 4JQ
www.virtualmosque.co.uk
ای میل۔ info@aaiil.uk :

کلامِ امام

از حضرت مرزا غلام احمدؒ

مُرتّب:۔ ارشد علوی

حضرت مسیح موعودؑ اسلامی اصول کی فلاسفی میں فرماتے ہیں:۔

مومنوں کے لیے آزمائش ضروری ہے۔

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَيۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ ۱۵۵ الَّذِيۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ اُولٰٓـئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ (البقرۃ:155تا157) یعنی اے مومنو! ہم تمہیں اس طرح پر آزماتے رہیں گے کہ کبھی کوئی خوفناک حالت تم پر طاری ہوگی اور کبھی فقروفاقہ تمہارے شاملِ حال ہوگا۔ اور کبھی تمہارا مالی نقصان ہوگا۔ اور کبھی جانوں پر آفت آئے گی اور کبھی اپنی محنتوں میں ناکام رہوگے۔ اور حسب المُراد نتیجے کوششوں کے نہیں نکلیں گے۔ اور کبھی تمہاری پیاری اولاد مرے گی۔ پس ان لوگوں کو خوشخبری ہو کہ جب ان کو کوئی مُصیبت پہنچے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم خُدا کی چیزیں اور اس کی امانتیں اور اس کے مملوک ہیں۔ پس حق یہی ہے کہ جس کی امانت ہے اس کی طرف رجوع کرے۔ یہی لوگ ہیں جن پر خُدا کی رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہیں جو خُدا کی راہ کو پا گئے۔

غرض اس خُلق کا نام صبر اور رضا بر رضائے الٰہی ہے۔ اور ایک طور سے اس خُلق کا نام عدل بھی ہے کیونکہ جبکہ خُدا تعالیٰ انسان کی تمام زندگی میں اس کی مرضی کے مُوافق کام کرتا ہے اور نیز ہزارہا باتیں اس کی مرضی کے موافق ظہور میں لاتا ہے اور انسان کی خواہش کے مطابق اس قدر نعمتیں اس کو دے رکھی ہیں کہ انسان شُمار نہیں کر سکتا تو پھر یہ شرط انصاف نہیں کہ اگر وہ کبھی اپنی مرضی بھی منوانا چاہے۔ تو انسان منحرف ہو۔ اور اس کی رضا کے ساتھ راضی نہ ہو۔ اور چُون وچرا کرے یا بے دین اور بے راہ ہو جائے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ اور عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

1. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان
2. آنحضرت ﷺ خاتم النبیّین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ :۔ ’’اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا‘‘، ’’جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں‘‘۔ ’’میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔‘‘
3. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسُوخ نہیں، نہ قیامت تک منسُوخ ہو گا۔
4. بُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء
5. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سُنّت کے مُسلّمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیّع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
6. ہر ایک شخص جو لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔
7. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: ’’اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔‘‘

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

13 جمادی الاول 1366ھ 4 اپریل 1947ء

خطبہ مولانا محمد علیؒ

ہندو مسلم اتحاد کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد

مسلمانوں کا باہمی اتفاق ہی انہیں آنے والے مصائب سے بچا سکتا ہے

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضرت مولیٰناؒ نے ذیل کی قرآنی آیت تلاوت کی وَالَّذِیْنَ جَآءُ وْ مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌ - (10:59)

ترجمہ: ”اور وہ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں ہمارے ربّ ہماری مغفرت کر اور ہمارے بھائیوں کی جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں ان کے لئے جو ایمان لائے حسد نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے ربّ تو مہربان رحم کرنے والا ہے۔“

اور پھر آپ نے فرمایا کہ کل ”پیغام صلح“ کا پرچہ میرے ہاتھ میں آیا تو پہلے صفحہ پر ہی حضرت مسیح موعود کے اس مضمون کو دیکھا جس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتفاق پر آپ نے زور دیا ہے۔ اور یہاں تک لکھا ہے کہ اس اتفاق اور اتحاد کی برکت سے ہر قسم کی مشکلات اس ملک کی حل ہو سکتی ہیں اور لکھا ہے:

”جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے اس کی اس شخص کی مثال ہے کہ جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اسی کو کاٹتا ہے۔“

حضرت مسیح موعودؑ تو مذہبی اصلاح کے لئے ایک روحانی پیغام لے کر آئے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ مومن کو بڑی باریک فراست عطا فرماتا ہے۔ آپ اس بات کو دیکھتے تھے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اندر جو باہمی عداوت کی خلیج حائل ہے وہ اس ملک کے اندر نہایت خطرناک نتائج کا موجب ہوگی۔ اس لئے آپ کا آخری پیغام جس کو لکھتے ہوئے آپ فوت ہوئے ”پیغام صلح“ تھا جو ہندوؤں اور مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کے لئے آپ نے دیا۔ اسی میں یہ لفظ بھی آتے ہیں جو اخبار ”پیغام صلح“ میں درج ہوئے۔

آریہ سماج کا مرکز توجہ: دو تحریکات اس ملک میں آگے پیچھے پندرہ بیس سال کے فرق سے پیدا ہوئی ہیں۔ ایک آریہ سماج اور دوسری احمدیت۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ آریہ سماج کی تحریک کا سارا نچوڑ نفرت کے جذبات پیدا کرنا ہے۔ اس قوم کی توجہ کا مرکز ایک ہی رہا ہے کہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں کو بُرے رنگ میں پیش کیا جائے۔ ان کی تعلیمات پر استہزاء کرنا اور ان کو بُرا کہنا انہوں نے ضروری سمجھا۔ کیا یہ بانی آریہ سماج کا مسلک تھا یا اس کے بعد پیدا ہوا۔ یہ تو مولوی عبد الحق صاحب [1] ہی بتا سکتے ہیں۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ستیار تھ پرکاش نے دونوں قوموں کے اندر نفرت کے جذبات کو بہت اُبھارا۔

تحریک احمدیت کا زور اتحاد و اتفاق پر ہے: اس کے برخلاف تحریک احمدیت کا سارا زور اس بات پر تھا کہ مختلف قوموں کے اندر اتفاق اور اتحاد کا بیج بویا جائے۔ یہ تعلیم تو قرآن شریف کی ہے کہ سب قوموں کے اندر نبی آئے۔ لیکن اس کی طرف حضرت مسیح موعود ہی نے خصوصیت سے توجہ دلائی۔ اور یہ کہہ کر اس ملک میں اتفاق کی طرف قدم بڑھایا کہ اگرچہ ہندوستان کے کسی نبی کا قرآن میں ذکر نہیں۔ لیکن قرآن نے فرمایا ہے اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَافِیْھَا نَذِیْرٌ (24:35) کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی نذیر نہیں آیا۔ اور اس ملک کے اندر بھی کچھ لوگ ایسے خدا رسیدہ نظر آتے ہیں جن کو اس آیت کے ماتحت خدا کے پیغمبر کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ آپ نے رام چندر جی اور کرشن جی کو اس آیت کریمہ کے مصداق قرار دیا اور فرمایا کہ یہ اس قوم کے نبی تھے۔ تاکہ ہندوئوں اور مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد کو تقویت ملے۔

بہر حال جو حالات ملک کے اندر موجود ہیں ان میں یہ تحریک اتفاق و اتحاد کی بنیاد رکھی گئی۔ اگرچہ یہ تحریک کمزور رہی اور نفرت کے جذبات کے اُبھارنے کی جو تعلیم کسی قوم کو ملی تھی وہ بڑھتی چلی گئی۔ اور بڑھی چلی جا رہی ہے۔ یہاں تک کہ آج خبر ملی ہے کہ گاندھی جی تو ہر مذہب کی کتاب اپنی پرارتھنا کے وقت پڑھتے ہیں۔ لیکن اب ہندو قوم کے اندر ایسے نوجوان اُٹھ رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ ان کی مجالس میں قرآن کا پڑھا جانا کسی طرح برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ان نفرت کے جذبات کا نتیجہ ہے، جو آریہ سماج نے پیدا کئے اور ابھی تو ابتداء ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان نفرت کے جذبات کو اگر اسی طرح بڑھنے دیا گیا تو اس ملک کی حالت کیا ہو جائے گی۔ اور اس کے خرمن امن کو یہ بغض و عداوت کی آگ کس طرح جلا کر بھسم کر دے گی۔ کبھی کسی مسلمان کے منہ سے یہ نہیں نکلے گا کہ میں ویدوں کی شرتی کو سننا نہیں چاہتا۔ تعجب ہے ہندو نوجوان قرآن کے

[1] حضرت مولانا عبد الحق ودیارتھیؒ

سننے کی تاب نہیں لا سکتے۔

ملک کی موجودہ سیاسی حالت: یہ تو روحانی پہلو ہندو مسلم تعلقات کا ہے۔ دوسری طرف جو سیاسی حالت اس ملک کی ہے وہ بھی انتہاء کو پہنچ رہی ہے۔ یہاں تک کہ کسی ایسی حکومت کے نیچے جس میں مسلمانوں کی کثرت ہو ہمارے ہندو بھائی رہنے کے لئے تیار نہیں۔ اور تعجب اس بات پر ہے کہ ان کی آنکھوں کے سامنے جگہ جگہ لاکھوں مسلمان ہندو حکومتوں کے نیچے زندگی کے دن گزار رہے ہیں۔ تو جو سیاسی حالات میں اتفاق و اتحاد کا بیج ایک مصلح نے بویا تھا، وہ فی الحال کمزور ہی نظر آتا ہے۔ لیکن نفرت کو بڑھانا کسی قوم کے لئے بھی مفید نہیں۔ بڑا غلط راستہ ہے جو اختیار کیا جا رہا ہے۔ اور انجام کار اس قوم کو خود بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا جس نے یہ راہ اختیار کی ہے۔

مسلمانوں میں باہمی اتفاق و اتحاد کی ضرورت: یہ تو میں نے ضمناً ایک بات کہہ دی ہے۔ لیکن اصل بات جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس وقت ایسی مشکلات کا سامنا ہے کہ وہ زیادہ محتاج ہیں اس بات پر غور کرنے کے لئے کہ اگر وہ باہم اتفاق نہیں کرتے تو وہ کسی سورت میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ ہندو مسلم اتحاد سے تو کچھ ظاہر جسمانی ضروریات تعلق رکھتی ہیں۔ ایک ملک کی ترقی کا انحصار اس پر ہے کہ یہ دونوں قومیں اتفاق کرلیں۔ لیکن مسلمانوں کا باہمی اتفاق اسلام کے اس پیغام سے تعلق رکھتا ہے جو ساری دنیا کے لئے وہ لایا ہے۔ تو غور کرنا چاہئے کہ کہیں ہم بھی تو ایسے نہیں کہ ایک دوسرے کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہوں۔

قومی تعلقات کا منفی پہلو اور حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت: مسلمانوں کو جو تعلیم دی گئی تھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ محض کہنے کی باتیں ہیں۔ لیکن وہ زبردست اتفاق جو ان کے اندر پیدا ہوا، اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ تعلقات کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک منفی اور ایک مثبت۔ منفی پہلو یہ ہے کہ ہم نے اپنے بھائی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ اس کو کسی قسم کا دُکھ نہیں دیا۔ تو جہاں تک منفی پہلو کا سوال ہے بڑے صریح اور واضح الفاظ میں حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ حَرَامٌ بَیْنَکُمْ کَحُرْمَۃِ بَلَدِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ یَوْمِکُمْ ھٰذَا تین حرمتیں ہیں جن کے ماتحت اس وقت تم جمع ہو۔ ایک یہ شہر حرمت والا ہے، ایک یہ مہینہ حرمت والا ہے، ایک یہ دن حرمت والا ہے۔ تو فرمایا آج کے دن میں مسلمانوں کے لئے اعلان کرتا ہوں کہ تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں بھی آپس میں حرمت کا درجہ رکھتی ہیں۔ ایک دوسرے کے مال کی عزت کرو۔ ایک دوسرے کی عزت کی عزت کرو۔

کثرت سے لوگ ہیں جو ڈاکہ خونریزی اور چوری کو بُرا سمجھتے ہیں۔ لیکن اپنے بھائیوں کی عزت پر حملہ کرنے میں انہیں دریغ نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ تینوں باتیں یکساں طور پر بری ہیں۔ جیسا کسی مسلمان کا کسی مسلمان کی جان لینا بُرا ہے، مال لینا بُرا ہے ویسا ہی اس کی عزت پر حملہ کرنا بھی بُرا ہے۔ اس کو شارع علیہ السلام نے حرام قرار دیا اور منع فرمایا ہے۔

مسلمانوں نے ایک تکفیر کا مسئلہ جو نکالا ہے وہ اَعْرَاضِکُمْ (تمہاری عزتوں) کو برباد کرنے والا ہے۔ یہ وہ ہتھیار ہے جو تمام ہمدردی کے جذبات کو کاٹ کر رکھ دیتا اور نفرت کے جذبات پیدا کر دیتا ہے۔ اور یہ اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔

مسلمان کی تکفیر اس کی عزت پر حملہ ہے: تکفیر کا مرض ایک عرصہ سے مسلمانوں میں جاری ہے۔ اور اس نے مسلمانوں کے گروہ گروہ بنا دیئے ہیں۔ جب تک یہ مرض دور نہ ہو ایک مسلمان کی عزت مسلمان کے ہاتھ سے محفوظ نہیں۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے کی عزتوں پر حملہ ناجائز قرار دیا ہے۔

قومی تعلقات کا مثبت پہلو۔ تمام مسلمان ایک دوسرے کے دُکھ اور تکلیف کو محسوس کریں: تو ایک یہ پہلو ہے جس کو منفی پہلو کہا جاسکتا ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسلمان ایک دوسرے پر رحم کرنے، ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنے ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہونے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَّاحِدٍ اِنِ اشْتَکٰی عَیْنُہٗ اِشْتَکٰی کُلُّہٗ وَاِنِ اشْتَکٰی رَاْسُہٗ اِشْتَکٰی کُلُّہٗ (مشکوۃ باب الشفقۃ والرحمۃ) مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں کہ جس کا ایک چھوٹا سا عضو مثلاً آنکھ بیمار ہوتی ہے تو سارا جسم بیمار ہو جاتا ہے۔ سر میں تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم میں تکلیف ہوتی ہے۔ ایک چھوٹی سی انگلی کے اندر ذرا سی پیپ پڑ جائے تو سارے جسم کو بخار ہو جاتا ہے۔ آپؐ نے اس مثال سے یہ سمجھایا ہے کہ تمہاری قوم کے تعلقات ایسے ہونے چاہئیں کہ سب اپنے آپ کو ایک جسم کا حصہ سمجھیں۔ جس طرح جسم کے کسی حصہ میں تکلیف ہو تو سارا جسم اس

تکلیف کو محسوس کرتا اور بیمار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اپنے بھائیوں کی تکالیف کو محسوس کرو۔ لیکن آج مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ دوسروں کے دُکھ کا احساس تو الگ رہا خود دوسروں کے لئے دُکھ کا موجب بن جاتے ہیں۔

ایک دوسرے کی کمزوری اور عیب کا علاج خوبی اور قوت سے کریں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا ہے اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایک دیوار کی طرح ہے۔ جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت دیتا ہے۔ پھر مزید سمجھانے کے لئے وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِہٖ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالا۔ مطلب یہ تھا کہ ایک ہاتھ کی دو انگلیوں کے درمیان جو خلا رہ جاتا ہے اس کو پورا کرنے کے لئے دوسرے ہاتھ کی اُنگلیاں اس میں ڈال دیں۔ سمجھایا کہ اپنے مسلمان بھائی میں کوئی خلا ہو تو تم اس کے اندر داخل ہو کر اس کو پورا کرو۔ اس کے اندر کوئی عیب ہو اور کمزوری ہو تو اپنی خوبی اور اپنی قوت سے اس کا علاج کرو۔ کتنا کھول کھول کر سمجھایا تھا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے اس طرح سے ملے کہ کوئی فرق دونوں میں نہ رہ جائے۔ دونوں ایک ہی معلوم ہوں۔ لیکن آج مسلمان اس طرح ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں کہ گویا کوئی تعلق ہی دونوں میں نہیں۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ اس وقت اتفاق و اتحاد کی ایک لہر دوڑ گئی ہے۔ مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ عارضی اتحاد ہے یا مستقل۔ خدا کرے یہ ایک مستقل اور پائدار اتحاد کی لہر ہو جو مسلمانوں کو ایک جسم کی طرح بنا دے۔

. . .

مسلمانوں اور قادیانی جماعت سے ہمارے تعلقات:

ہمارے بھی تعلقات سب سے ایسے ہونے چاہئیں کہ ان میں دوستی اور ہمدردی کا رنگ ہو اور دشمنی اور عناد کا رنگ نہ ہو۔ ایسی باتوں سے اجتناب کیا جائے جن میں ایک دوسرے سے بغض اور نفرت بڑھے۔۔۔ بعض اصلاح کی باتیں ہیں جن کو کسی طرح چھوڑا نہیں جا سکتا اور اس کی اصلاح کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ لیکن ایک طریق تو یہ ہے کہ کسی سے نفرت پھیلا کر اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ بجائے اس کے اگر محبت اور ہمدردی کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

باہمی تعلق کو نئے نقطہ نظر سے دیکھنے کی ضرورت: اس سے پیشتر اگر ہم نے کوئی زیادتی کسی قوم کے ساتھ کی بھی ہو تو آج اس پر غور کرنے کا موقعہ ہے کہ جو تعلقات دوسرے مسلمانوں یا قادیانی جماعت کے ساتھ اب تک رہے ہیں ان کو اب نئے نقطہ نظر سے دیکھا جائے۔ اور ان میں اصلاح کی کوشش کی جائے۔ یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ اس وقت مسلمانوں کو بڑی سخت ضرورت ہے ایک ہونے کی اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا طریق اختیار نہ کیا جائے۔

یہ صحیح بات ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی ہمارے ساتھ زیادتی کرتے ہیں۔ لیکن اس کا جواب دو ہی طرح دیا جا سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ہم اپنے کام کے ذریعہ سے ان کے دلوں میں اپنے لئے محبت پیدا کریں۔ ہم اسلام کی خدمت کا کام کرتے چلے جائیں۔ جو آخر کار ان کو ہماری طرف مائل کرنے اور بغض و نفرت کو دور کرنے کا موجب ہو گا۔

اسی طرح سے اگر قادیانی کوئی کام خدمت اسلام کا کرتے ہیں تو ہمیں اس سے بھی پریشان نہ ہونا چاہئے کہ قادیانی غالب آ جائیں گے۔ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِہٖ (84:17) ہر شخص اپنے اپنے طریق پر کام کرتا ہے۔ اسے کرنے دیجئے۔ وہ اپنی جگہ کام کرتے چلے جائیں آپ اپنی جگہ کام کرتے رہیں۔

دیکھئے قرآن تو کہتا ہے لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (94:4) کوئی تم سے اسلام علیکم کہے تو کوئی ضروری نہیں کہ تم بال کی کھال اُتارو کہ اس کے عقائد کیا ہیں۔ نماز پڑھتا ہے یا نہیں۔ پڑھتا ہے تو کس طرح پڑھتا ہے۔ مرزا صاحب کو مانتا ہے یا نہیں۔ ایسی باتوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اسے مسلمان سمجھو اور مسلمانوں جیسا برتاؤ اس سے کرو۔ یہ تو قرآن کی نص صریح ہے۔ اور حدیث کی نص صریح ان الفاظ میں ہے مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذَالِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِىْ لَہٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَلَا تُخْفِرُوْا اللّٰهَ فِىْ ذِمَّتِہٖ۔ یہ بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے۔ اس میں کھول کر بتا دیا کہ کسی کو دیکھو کہ ہماری طرح نماز پڑھتا ہے، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے، ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے تو وہ مسلمان ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ مصر کے کچھ علماء کچھ عرصہ ہوا یہاں آئے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کو کافر کیوں کہا جاتا ہے؟ میں نے یہی جواب ان کو دیا کہ یہ ہماری مسجد ہے۔ دیکھ لیجئے قبلہ رخ ہے یا نہیں۔ اگر یہ قبلہ رخ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمیں کافر قرار دیا جائے۔

اہل قبلہ کے لئے اللہ اور رسولؐ کا عہد: بڑی نص صریح ہے ذَالِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِىْ لَہٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِہٖ ایسا شخص مسلمان ہے۔ اس کے لئے اللہ اور رسول کا عہد ہے فَلَا تُخْفِرُوْا اللّٰهَ فِىْ ذِمَّتِہٖ پس اللہ کے عہد کو مت توڑو کیا دل ڈر نہیں جاتے ہمارے ان بھائیوں کے اس کو پڑھ کر؟ قرآن کی نص صریح اور حدیث کی نص صریح

کے باوجود کس طرح کافر قرار دینے کی جرأت ہوتی ہے۔ پھر حدیث میں آتا ہے لَا تُكَفِّرُوْا اَهْلَ قِبْلَتِكُمْ اہل قبلہ کی تکفیر مت کرو۔

ان نصوص اور امام زمانہ کے ارشاد کی طرف توجہ دلاؤ: توجہ دلاؤ اپنے بھائیوں کو ان نصوص صریحہ کی طرف اور خود اس زمانہ کے امام کے اس واضح قول کی طرف کہ "میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا" (تریاق القلوب صفحہ 130)۔ یہ صریح الفاظ ہیں۔ ان کے بالمقابل کہیں نہیں فرمایا کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر ہو سکتا ہے۔

وفات مسیحؑ کے متعلق خواجہ نذیر احمد صاحب کی تحقیقات:

غرض بڑا مفید کام ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ میں ضمناً یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ خواجہ نذیر احمد صاحب بھی اس مسئلہ پر بڑا اچھا مصالحہ جمع کر رہے ہیں۔ میں نے تو ان سے کہا تھا کہ یہ خواجہ کمال الدین صاحب کا بیٹا ہونے کا اثر ہے کہ ایسا زبردست کام انہوں نے کیا ہے۔ اس قسم کے کاموں کے لئے وقت دینا مشکل ہوتا ہے۔ اپنی وکالت کے اشغال سے وقت نکالنا، روپیہ بھی صرف کرنا اور محنت اور سفر کرنا یہ کوئی آسان نہیں۔ پچھلے دنوں وہ اسی کام کے لئے کشمیر بھی گئے تھے۔ ان کی ریسرچ کسی وقت سامنے آجائے گی۔

میری غرض ان باتوں کو بیان کرنے سے یہ ہے کہ یہ تمام تعمیری کام ہیں۔ اپنے آپ کو اس قسم کے تعمیری کاموں میں لگاؤ اور ایسی بات نہ کرو جو قومی تخریب کا موجب ہو۔

آیت کا مطلب: یہ جو آیت میں نے پڑھی ہے اس کا مطلب بھی مختصراً بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مہاجرینؓ اور انصارؓ کے کاموں اور قربانیوں کا ذکر کرکے فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ جو لوگ ان کے پیچھے آتے رہیں ان کا کیا کام ہونا چاہئے يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وہ یہ دعا کرتے رہیں اے خدا ہماری بھی مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر گئے۔ اس کے اندر ساری اُمت کے لئے دعا آجاتی ہے۔ پھر فرمایا وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ہمارے دلوں میں مومنوں کے لئے کوئی غل پیدا نہ ہو۔ کسی مومن کو کسی اچھے مقام پر دیکھ کر حسد نہ کرو۔

مسلمان کے ساتھ حسد نہ کرو: آپ تعجب کریں گے کہ حسد تو ویسے بھی اچھا نہیں۔ پھر مومن کے لئے خاص کیوں کیا؟ اور مسلمان کو مسلمان سے کیا حسد ہوگا؟ بات یہ ہے کہ حسد پیدا وہیں ہوتا ہے جہاں تعلقات زیادہ ہوں۔ ایک غیر مسلم کسی اچھے مقام پر ہو تو اس کے ساتھ اتنا حسد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے ساتھ ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔ اور اس کے بیشتر حالات ہماری آنکھوں سے مخفی ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارا ایک مسلمان بھائی اچھی حالت میں ہو تو اس کے ساتھ حسد پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے منع کیا اور یہ دعا سکھائی کہ ایسا نہ ہو کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے متعلق کوئی حسد دل میں پیدا ہو۔

اتفاق و اتحاد ہی سے آنے والے مصائب سے نجات مل سکتی ہے: میں صرف خلاصہ کے طور پر پھر اپنی بات کو دوہراتا ہوں۔ اس وقت اسلام پر اور مسلمانوں پر اسی ہندوستان میں سخت ترین مصیبت کا وقت ہے۔ جس طرح پچھلے خطبہ میں میں نے اس مصیبت سے نکلنے کے لئے دعا پر زور دیا تھا، اسی طرح اس خطبہ میں اس طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے اتفاق و اتحاد پر زور دو۔ اور بغض و نفرت، خواہ غیر احمدیوں سے ہو خواہ قادیانیوں سے، چھوڑ دی جائے۔ یہ یقین سمجھو کہ اتفاق و اتحاد میں بڑی زبردست طاقت اور برکت ہے۔ اگر مسلمان اس وقت اتفاق و اتحاد کر لیں تو بہت سی مصائب سے جو اس وقت سامنے آرہی ہیں نجات پا سکتے ہیں۔

یادِ رفتگان

ماسٹر عبدالکریم صاحب بھدرواہی (جموں و کشمیر)

بشارت سلیم صاحب پسر ماسٹر عبدالکریم (مرحوم)

ترتیب و تدوین: (ارشد علوی)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھدرواہ کی تاریخ میں جناب مرحوم ماسٹر عبدالکریم صاحب کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا جنہوں نے چار دہائیوں تک جموں و کشمیر میں صداقت اسلام اور پیغام مسیح موعودؑ کو پھیلانے کے لیئے ان تھک کوششیں کیں اور بھدرواہ میں جماعت کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیئے بحیثیت سرپرست، امام مسجد، خطیب

اور مُبلغ جیسی پُر آزمائش ذمہ داریوں کو نہائیت خوش اسلوبی سے نبھایا اور سب سے بڑھ کر بحیثیت سیکرٹری نشر و اشاعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھدرواہ کے ناقابلِ فراموش کام سر انجام دیئے جسے آج تک ہر مکتبہ فکر کے لوگ یاد کرتے ہیں اور جب بھی ان کا ذکر خیر ہوتا ہے تو ان کی قائدانہ صلاحیتوں، علمِ قُرآن، دینِ اسلام اور مسیح موعودؑ کے مقام و منصب کے ضمن میں تمام تر کاوشوں کو سراہا جاتا ہے۔ اور اس ضمن میں اُن کی مساعی کی نہ صرف داد دی جاتی ہے بلکہ ان کے اچھوتے اندازِ بیاں کو سلام عقیدت بھی پیش کرتے ہیں۔ موصوف نے صداقتِ اسلام۔ علمِ قُرآن اور مقامِ مسیح موعودؑ کو اُجاگر کر کے ہر ایک فرد و بشر کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کی شمع کو بھدرواہ (جموں و کشمیر) کی حسین و جمیل وادی میں روشن کرنے کا سہرہ مرحوم چوہدری عزیز جو گنائی کو جاتا ہے۔ جنہوں نے مارچ 1904 میں حضرت مسیح موعودؑ کے دستِ مبارک پر قادیان میں مشرف بہ احمدیت ہونے کی سعادت پائی اور اس طرح بھدرواہ (جموں و کشمیر) میں حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کی تبلیغ و تشہیر نہائیت ہی زور و شور کے ساتھ 1904 میں شروع ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے جموں و کشمیر کی ریاست میں حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام اور دعوے کا ڈنکا بج گیا۔

اس کی صدائے بازگشت جب احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور تک پہنچی۔ تو وہاں سے بُہت سے نامور مُبلغین جماعت نے بھدرواہ کا رُخ کیا جن میں مولانا عبدالحق ودیارتھی صاحب مرحوم اور مولانا عصمت اللہ صاحب مرحوم کے نام خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں جنہوں نے اپنے علمِ روحانی کے سمندر سے بھدرواہ، جموں اور کشمیر میں بُہت سے مُتلاشیانِ حق کی رُوحانی پیاس کو نہائیت ہی اچھوتے انداز میں بُجھایا۔

لاہور سے جیّد عُلماء کا بھدرواہ جماعت کے دورے کرنے کا سلسلہ 1943 سے 1948 تک جاری رہا۔ اس کے بعد 1978-1979 میں لاہور سے آنے والی آخری شخصیت جناب مرحوم بشارت احمد بقاء صاحب تھے۔ جنہوں نے تین ہفتے تک بھدرواہ میں دورانِ قیام دینی محافل کے روحانی مناظر کو ایک عجیب و غریب نئی جلا بخشی!

جناب ماسٹر عبدالکریم صاحب اِبتداءً بھدرواہ کے ایک قابلِ احترام اہلحدیث گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ صوم و صلوٰۃ کے پابند، حد درجہ کے شریف، صابر، متقی اور پرہیز گار انسان تھے۔ مُنکسر المزاج ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کو غُرباء کی امداد اور اُن سے میل جول بے حد عزیز تھا۔

تحقیق اور مطالعہ کے بعد امام وقت کے دامن سے وابستہ ہو کر تبلیغِ اسلام کی اشاعت کا کام شُروع کیا۔ اور آخر دم تک صداقتِ مسیح موعودؑ کے پیغام کو

تحریراً و تقریراً عوام الناس تک پہنچاتے رہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پوری ریاست جموں و کشمیر میں (AAIIL) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی ایک پہچان بن گئی۔ تقسیم لٹریچر، خطوط اور دیگر تبلیغی ذرائع سے صداقتِ مسیح موعودؑ کے حوالے سے تسلی بخش انداز میں مُتلاشیانِ حق کی رُوحانی پیاس کو نہائیت خوبصورت اور احسن انداز کے ساتھ بُجھاتے۔ اسکے ساتھ ساتھ جموں و کشمیر میں پرنٹ میڈیا کے ذریعہ بھی مختلف اخبارات اور رسالہ جات میں صداقتِ اسلام و صداقتِ مسیح موعودؑ اور احمدیت سے جُڑے نہائیت ہی معیاری مضامین سپُردِ قلم کر کے پڑھے لکھے طبقہ کے لیئے تحقیق اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی تمام راہیں کھول کر آسان کر دیں۔ جن کے مطالعہ کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے احمدیت کو قبول بھی کیا اور لا تعداد لوگوں کے دلوں میں امامِ وقت کے تیئں بہت سی بدگمانیاں اور غلط فہمیاں بھی دور ہوئیں۔ اگرچہ کئی لوگوں کو امام وقت کو قبول کرنے کی سعادت نصیب نہیں ہوئی لیکن پھر بھی ان تحریرات کے باعث ان کے دلوں میں حضرت مسیح موعودؑ کے تیئں حُسن ظن پیدا ہوا جسکے باعث انہوں نے امامِ وقت کی شان میں کسی قسم کی گُستاخی اور بد کلامی کرنے سے احتراز کیا!

موصوف نے 1950 سے اخبار "پیغامِ صلح" میں بھی اپنی تبلیغی کاوشوں کی مُفصل تفاصیل کے ساتھ ساتھ صداقتِ مسیح موعودؑ کے حوالے سے بہت

سے معیاری مضامین بھی شائع کرواتے رہے۔ آپ نے نہائیت ہی جُرائت مندانہ اندازِ تحریر کے ساتھ آوازِ حق کو بلند کیا اور حضرت مسیح موعودؑ کے شعر کے مصداق "ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج۔

جسکی فطرت نیک ہے آئیگا وہ انجام کار۔"

کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ایک قابلِ تحسین کام کیا جسے اُس وقت کی احمدیہ انجمن لاہور کے سربراہ و بزرگانِ دین نے بھی بے حد سراہا اور دادِ تحسین وصول کی۔ ان سب کی تفصیلات آج بھی "پیغامِ صلح" کے پُرانے شماروں میں محفوظ ہے جو 1950 سے 1980 تک شائع ہوئے اسکے علاوہ آپ نے ڈاکٹر خورشید عالم ترین صاحب کی استدعا پر اُن کے جریدے

"ماہنامہ اشاعت الحق سرینگر" کے لیئے "تاریخ احمدیت بھدرواہ" بھی رقم فرمائی ہے۔ یہ تاریخ کافی مبسوط، معلوماتی اور ایمان افروز ہے۔ اسکی ساری قسطیں "اشاعت الحق" کی فائل میں آج تک محفوظ ہیں جو کہ نئی پود کے لئے ایک تاریخی اثاثہ ہے!

یہاں پر ایک اور اہم بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مرزا بشیر الدین محمود صاحب کے دور میں موصوف ربوہ جماعت کے اثر میں آکر کچھ عرصہ تک ربوہ جماعت میں شامل ہو گئے تھے لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں محمود صاحب کے پُر فتن عقائید تکفیر المسلمین، ختمِ نبوت، مصلح موعود وغیرہ وغیرہ سے بیزار ہو کر ایک سوالنامہ ان کے عقائید فاصدہ کے ضمن میں محمود صاحب کی خدمت میں بغرض جواب اور وضاحت بھیجا اور ساتھ ہی اسکی ایک کاپی لاہور کی جماعت کو بھی وضاحت کرنے کی غرض سے بھیجی۔ چنانچہ ربوہ جماعت سے تو جواب کیا آنا تھا لیکن لاہور کی جماعت نے فوراً اخبار "پیغام صلح" میں موصوف کے لیئے ایک مُدلّل اور تسلی بخش جواب شائع کیا جسکے پڑھنے کے بعد آپ نے فوراً مرزا بشیر الدین محمود صاحب کے عقائید باطلہ کا کھوکھلا پن بھانپ لیا اور مزید شد و مد کے ساتھ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہو کے عقائید کے ساتھ وابستہ ہو کر امام وقت کے صحیح مسلک کی تشہیر میں مصروف ہو گئے۔

ماسٹر عبد الکریم صاحب پیشہ کے لحاظ سے جموں و کشمیر کے محکمہ تعلیم میں مُعلم اور مُدرس تھے۔ آپ اپنی ذہانت، لیاقت، محنت، لگن اور ایمانداری کے باعث اساتذہ ہی نہیں بلکہ محکمہ اور محکمہ سے باہر کے افسران بھی آپکی قابلیت اور پیشے کی مہارت کے باعث آپ کو عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جسکے باعث آپ طویل عرصہ تک ٹیچرز ٹریننگ سکول میں تعینات رہے جہاں پر آپ نہائیت ہی محنت، لگن اور بے مثال انداز کے ساتھ اُستادوں کو ٹریننگ دیتے رہے اور پورے محکمہ میں ایسی چھاپ ڈالی کہ پوری ریاست میں آپ کی شُہرت کا ڈنکا بج گیا۔ اور آپ ماسٹر عبد الکریم کے لقب سے مشہور ہوئے اور پوری عمر اسی پہچان اور "Brand" سے پُکارے جانے لگے۔ آپ آج بھی اسی نام سے یاد کیئے جاتے ہیں۔

آپ احمدیت کے جذبہ سے اس قدر سرشار تھے کہ اپنے محکمہ میں کوئی بھی تبلیغی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ بلکہ اپنی محکمانہ ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ نہائیت ہی دلیری اور بے باکی سے صداقت مسیح موعودؑ ان کا مقام اور دعویٰ کی وضاحت بے مثال اور مُدلل انداز میں بیان فرماتے جسکے باعث آپ کے رُفقاء اور محکمہ کے دیگر افراد بھی حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات، دعویٰ اور مقام سے پوری طرح روشناس ہوتے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اپنی تحریر اور تقریر میں اپنی مثال آپ تھے۔ سُننے والے آپ کی تقریر اور تحریر کے گرویدہ تھے۔ اس طرح موصوف نے بدرجہ اُتم تبلیغ کا فریضہ ادا کر کے " لکم دینکم ولی دین" کا عملی نمونہ دکھایا!

آپ کے پاس مسیح موعودؑ کی کتب کے علاوہ دیگر قدیم اور جدید کتب کا ضخیم ذخیرہ موجود تھا۔ آپ ہمیشہ ان کتب کے مُطالعہ میں مصرُوف و مُنہمک رہتے اور صداقتِ اسلام اور صداقتِ مسیح موعودؑ کے ضمن میں دلائل اور بُرہان سے ہر ایک فرد و بشر کو نہ صرف مُطمئن فرماتے بلکہ ساتھ ہی ساتھ سِلسلہ کا لٹریچر بہم فرماتے۔ جس کے مُطالعہ کے بعد پڑھنے والے کے تمام تر شکوک و شُبہات دور ہو جاتے اور وہ حقیقت کی تہہ میں پہنچ کر ایک عظیم روحانی لذت سے مسحُور ہو جاتے! ماسٹر عبد الکریم صاحب مرحوم نے اپنی ساری عُمر سِلسلہ کی تبلیغ میں گُزاری۔ ہر مجلس میں مُخالفین مسیح موعودؑ کو دندان شکن جواب دیتے تھے۔ جب بھی کبھی حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف غیر احمدی حضرات کسی جلسے یا تقریب کا بھدرواہ میں کہیں بھی انعقاد کرتے تو آپ بھی وہیں مورچہ سنبھال لیتے۔ غیر احمدی علماء کی غلط بیانیوں اور اعتراضات کا جواب حضرت مسیح موعودؑ کی اصل کتب سے حوالے دے کر کاغذ پر لکھ کر سٹیج پر بھیجتے اور ان مخالف علماء سے جواب طلب کرتے۔ لیکن مخالفین لاجواب ہو کر بد کلامی پر اتر آتے اور موصُوف کے خلاف محاذ کھڑا کر دیتے۔ طرح طرح کی ایذائیں پہنچانا شُروع کر دیتے حتیٰ کہ عدالتوں میں بھی فرضی مقدمے تک آپ کے خلاف دائر کیئے گئے۔ مقدمات میں موصوف نے اپنے خلاف لگائے گئے فرضی الزامات کی پیروی از خود کر کے عدالت میں بھی صداقت مسیح موعودؑ کو ثابت کیا اور ججوں کو بھی مُتاثر کیا! اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے طفیل ان مخالفین کو عدالتوں میں بھی مُنہ کی کھانی پڑی۔ موصوف نے مخالفین مسیح موعودؑ کو دلائل اور براہین کے باعث ان کو ہمیشہ شرمندہ و شرمسار کیا اور شدید ترین مخالفت کے باوجود آپ کے پائیہ استقلال میں کبھی بھی کسی قسم کی لغزش نہیں آئی۔

آپ ہمیشہ صداقتِ اسلام اور تعلیمات قُرآن کا وہ علم الکلام لوگوں تک پہنچاتے رہے جسکو مسیح موعودؑ نے اللہ کی نُصرت اور حمائیت کے ساتھ پیدا کیا اور آخر کار 31 مارچ 1983 کو مسجد جماعت احمدیہ (لاہور) واقع پیر مٹھا جموں بقضائے اِلٰہی اس دارِ فانی سے کُوچ کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی۔ اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا۔